خطبہ جمعہ

خلافت ثالثہ کے دور کے

متفرق احمدی شہداء کا دلگداز تذکرہ

ظالموں کے ساتھ خدا تعالیٰ کے عبرت انگیز سلوک کے لرزہ خیز واقعات

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفة المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز - فرمودہ ۲۵/جون ۱۹۹۹ء بمطابق ۲۵/احسان ۱۳۷۸ھ ہجری شمسی
بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله–

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم– بسم الله الرحمٰن الرحيم –

الحمدلله رب العٰلمين – الرحمٰن الرحيم – مٰلك يوم الدين – إياك نعبد و إياك نستعين –

اهدنا الصراط المستقيم – صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين–

﴿يَاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ . اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ. وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ. بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ﴾۔

(سورة البقرہ آیات ۱۵۴ تا ۱۵۵)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ سے مدد طلب کرتے رہو صبر اور صلوٰۃ کے ساتھ۔ یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور جو اللہ کی راہ میں قتل کئے جائیں انہیں مردے نہ کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تم شعور نہیں رکھتے۔

یہ شہداء کے ذکر کا جو سلسلہ شروع ہوا ہے یہی آج کے خطبہ کا بھی موضوع ہے لیکن ضمنی طور پر چونکہ مالی سال ختم ہو رہا ہے اس کے متعلق مجھے تحریک کی گئی ہے کہ جماعت کو یاد دلا دوں کہ اس مالی سال کے ختم ہونے سے پہلے پہلے اپنے وعدے پورے کر لیں اور جو کچھ قرض رہ گئے ہیں وہ بھی اتار لیں۔ زندگی اور موت تو خدا کے ہاتھ میں ہے بہتر ہے کہ اس کے ساتھ حساب صاف رہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک دو اقتباسات اسی ضمن میں میں پیش کرتا ہوں۔

آپ فرماتے ہیں۔ ”پس میں تم میں سے ہر ایک کو جو حاضر یا غائب ہے تاکید کرتا ہوں کہ اپنے بھائیوں کو چندے سے باخبر کرو۔ ہر ایک کمزور بھائی کو بھی چندہ میں شامل کرو۔ یہ موقع ہاتھ آنے کا نہیں“۔ پھر فرماتے ہیں ”یہ ظاہر ہے کہ تم دو چیز سے محبت نہیں کر سکتے اور تمہارے لئے ممکن نہیں کہ مال سے بھی محبت کرو اور خدا سے بھی۔ صرف ایک سے محبت کر سکتے ہو۔ پس خوش قسمت وہ شخص ہے کہ خدا سے محبت کرے اور اگر کوئی تم میں سے خدا سے محبت کر کے اس کی راہ میں مال خرچ کرے گا تو میں یقین رکھتا ہوں کہ اس کے مال میں بھی دوسروں کی نسبت زیادہ برکت دی جائے گی کیونکہ مال خود بخود نہیں آتا بلکہ خدا کے ارادہ سے آتا ہے۔ پس جو شخص خدا کے لئے بعض حصہ مال کا چھوڑتا ہے وہ ضرور اسے پائے گا“۔

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم، مطبوعہ لندن صفحہ ۴۹۷)

اس مختصر تحریک کے بعد اب میں شہداء کا ذکر شروع کرتا ہوں جو خلافت ثالثہ کے زمانے میں شہید ہوئے اور اس تعلق میں سب سے پہلے **ماسٹر غلام حسین صاحب ولد عبدالکبیر بٹ صاحب** کا ذکر کروں گا۔ تاریخ شہادت اکتوبر ۱۹۶۷ء ہے۔ آپ ۱۹۴۹ء یا ۱۹۵۰ء میں ترک پورہ بانڈی پورہ مقبوضہ کشمیر سے ہجرت کر کے گلگت آ گئے تھے۔ یہاں چند سال خواجہ ثناء اللہ صاحب مرحوم کے پاس ملازمت کرتے رہے پھر آپ گلگت میں ہی سکول ماسٹر کے طور پر بھرتی ہوئے اور مختلف اوقات میں مختلف سکولوں میں بطور ٹیچر کام کرتے رہے۔ گلگت سے آپ کا تبادلہ چلاس میں ہوا۔ پھر غالباً ۱۹۶۶ء میں چلاس سے بیس پچیس کلو میٹر کے فاصلے پر تھور نالہ میں آپ کا تبادلہ ہوا۔ احمدیت کی بنا پر وہاں آپ کی مخالفت ہوئی اور غالباً اکتوبر ۱۹۶۷ء میں جب آپ سکول ہی میں رہائش پذیر تھے آپ پر رات کو حملہ کیا گیا اور دشمنوں نے آپ کو نماز پڑھنے کی حالت میں جائے نماز پر ہی ذبح کر دیا اور یوں یہ سادہ مزاج، نیک فطرت، نرم دل اور تہجد گزار مخلص احمدی اس دنیائے فانی سے رخصت ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حملہ آوروں نے آپ کو شہید کرنے کے بعد نعش کو تھور نالہ میں بہا دیا۔ مکرم خواجہ برکات احمد صاحب محلہ ناصر آباد ربوہ بیان کرتے ہیں کہ ”خاکسار ان دنوں علاقہ دارپل میں رہائش پذیر تھا۔ اطلاع ملنے پر تھور نالہ پہنچا۔ مقامی نمبردار شیر غازی کے تعاون سے مرحوم کی نعش تلاش کی گئی۔ چلاس پولیس کو اطلاع کی گئی تھی اس لئے وہ بھی ہمراہ تھی۔ سکول سے ایک کلومیٹر کے فاصلہ پر ایک گہری جگہ صرف آپ کے پاؤں کی انگلیاں دکھائی دیں جن پر سے گوشت گل گیا تھا۔ نعش نکالی گئی اور سکول کے احاطہ میں ہی آپ کی تدفین کی گئی۔ بعدہ ملزمان پکڑ لئے گئے مگر معمولی سزا کے بعد انہیں رہا کر دیا گیا۔ دنیا میں تو بعض اوقات معمولی سزا ہی ملتی ہے اور دنیا کی سخت سزا بھی اس سزا سے بہت معمولی ہے جو قیامت کے دن خدا تعالیٰ کی طرف سے دی جائے گی۔

پسماندگان: آپ غیر شادی شدہ تھے۔ آپ کے چھوٹے بھائی محمد عبداللہ صاحب مقبوضہ کشمیر میں بطور مربی سلسلہ کام کر رہے ہیں۔

مکرم چودھری حبیب اللہ صاحب آف چک حسن آرائیں۔ تاریخ شہادت تاریخ شہادت ۱۳/جون ۱۹۶۹ء۔ آپ پانچ بہنوں کے اکلوتے بھائی تھے اور اپنے خاندان میں اکیلے احمدی تھے جس کی وجہ سے رشتہ داروں سمیت پورا گاؤں آپ کی مخالفت کرتا تھا۔ آپ کے والدین نے احمدیت قبول کرنے کے جرم میں آپ کو گھر سے نکال دیا تو ساہیوال میں آ کر اپنے برادر نسبتی کے ہاں رہنے لگے جہاں آپ محنت مزدوری کرتے تھے۔ کچھ عرصہ بعد ان کی والدہ ان کو واپس اپنے گاؤں ”چک حسن آرائیں“ تحصیل عارف والہ ضلع پاکپتن میں لے گئیں۔ آپ کے والد صاحب، والدہ اور دیگر اقرباء آپ پر زور دینے لگے کہ احمدیت چھوڑ دیں۔ آپ کو اس جرم میں اکثر مارا پیٹا بھی جاتا مگر آپ نے نہ بوڑھے والدین کی خدمت سے منہ موڑا، نہ احمدیت سے۔

اسی دوران آپ کے والد صاحب کی وفات ہو گئی۔ آپ نے تجہیز و تکفین کا مکمل انتظام کیا مگر آپ نے اپنے غیر احمدی والد کا جنازہ نہ پڑھا جس سے آپ کے غیر احمدی چچا اور دیگر اقرباء نے بڑا شور کیا اور آپ کی مخالفت کھلے عام ہونے لگی۔ اس گاؤں کے مولوی کو آپ کئی دفعہ بحث میں لاجواب کر چکے تھے۔ اس نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھا اور آپ کی مخالفت کی آگ خوب بھڑکائی۔ چنانچہ وہ آپ کے چچازاد بھائیوں کے ساتھ مل کر منصوبے بنانے لگا۔ آپ نے شریعت کے مطابق اپنے والد صاحب کی زمین کا حصہ اپنی پانچوں بہنوں کو دیا تو بھی آپ کے چچازاد برہم ہوئے اور کہنے لگے تم نے انہیں ہمارے سروں پر بٹھا دیا ہے۔ جب آپ نے قرآن وسنت کا حوالہ دیا تو کہنے لگے کہ تم کہاں کی شریعت کی باتیں کرتے ہو تم خود تو مرزائی ہو۔

اپنے گاؤں سے قریبی قصبہ ”قبولہ“ میں آپ کا بک ڈپو تھا اور آپ قبولہ جماعت کے امام الصلوٰۃ مقرر تھے۔ آپ معمول کی نمازیں اور نماز جمعہ قبولہ میں ہی ادا کرتے تھے۔

واقعہ شہادت: ۱۳/جون ۱۹۶۹ء کو جب آپ قبولہ میں نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد واپس گاؤں میں آئے تو ان کی اہلیہ نے کہا آج زمین پر نہ جانا۔ میں نے سنا ہے کہ آج مخالفوں نے آپ سے لڑائی کا پروگرام بنایا ہوا ہے۔ مگر آپ نے کہا جب میں نہیں لڑوں گا تو وہ خوامخواہ کیسے لڑیں گے۔ چنانچہ آپ خالی ہاتھ اپنی زمینوں کی طرف چل پڑے۔

جمعہ کے روز پانی لگانے کی ان کی باری تھی مگر آپ کے ایک بہنوئی نے ان کا پانی اپنی زمینوں کو لگا لیا۔ آپ نے جا کر دیکھا تو اپنے ایک مزارعہ کو جو برہم ہو رہا تھا کہا ”یہ بھی تو اپنے ہی کھیت ہیں، انہیں پانی لگا دو“۔ پھر خود وہیں نالے پر وضو کرنے لگ گئے۔ نماز عصر کا وقت ہو گیا تھا۔ ابھی وضو کر کے واپس کھیتوں میں جا رہے تھے کہ ان کے چچازاد اور چند دوسرے مخالف للکارتے ہوئے لاٹھیوں سے مسلح ہو کر حملہ آور ہوئے۔ آپ چونکہ گتکے کے ماہر تھے اس لئے اُن سے ہی ایک لاٹھی چھین کر اپنا دفاع کرنے لگے۔ آپ کے ایک بہنوئی نے جب یہ دیکھا تو وہ برچھی سے ان پر حملہ آور ہوا۔ برچھی آپ کے پیٹ میں لگی جس سے آپ شدید زخمی ہو گئے۔ آپ کے ایک کزن جو آپ کی مدد کو آئے تھے، انہیں بھی برچھی لگی۔

اس دوران جب کہ آپ زخمی ہو کر زمین پر گرے پڑے تھے، گاؤں سے آپ کی برادری کی ایک

منافق عورت جو گاؤں میں نیک بی بی کے نام سے مشہور تھی دودھ کا گلاس لائی اور شہید مرحوم کے منہ سے لگا دیا کہ پی لو۔ شہید مرحوم نے اس دودھ کے چند گھونٹ پی لئے۔ آپ کو ہسپتال پہنچانے کے لئے لوگ اٹھا کر شہر کی طرف لے جا رہے تھے کہ آپ رستہ میں ہی شہید ہو گئے۔ بوقت شہادت آپ کی عمر اکتیس سال تھی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ بعد میں پوسٹ مارٹم رپورٹ سے یہ بات سامنے آئی کہ آپ کو دودھ میں اس بظاہر نیک بی بی نے زہر ملا کر دیا تھا۔ کیونکہ پوسٹ مارٹم میں وہ زہر نکل آیا۔

مکافات عمل: جس عورت نے شہید مرحوم کو زخمی ہونے کی حالت میں دودھ میں زہر ملا کر پلایا تھا بعد میں وہ پاگل ہو گئی اور لوگ اس کے نزدیک بھی نہیں آتے تھے۔ وہ اسی حالت میں مر گئی اور اس کو بغیر غسل دیئے اسی حالت میں دفن کر دیا گیا۔ باقی ظالموں کا حال معلوم نہیں۔

پسماندگان میں بیوہ مکرمہ صدیقہ بیگم صاحبہ کے علاوہ تین بیٹیاں اور چار بیٹے چھوڑے۔ تینوں بیٹیاں مکرمہ امۃ السلام صاحبہ۔ مکرمہ خالدہ پروین صاحبہ اور مکرمہ آنسہ طلعت صاحبہ۔ شادی شدہ ہیں۔ ایک بیٹا مکرم محمد اقبال صاحب لاہور میں الیکٹرونکس کی دوکان کرتے ہیں اور شادی شدہ ہیں۔ دوسرے بیٹے مکرم وسیم احمد صاحب ربوہ میں لکڑی کا کام کرتے ہیں اور یہ بھی شادی شدہ ہیں۔ تیسرے بیٹے مکرم ناصر احمد مظفر صاحب فضل عمر ہسپتال ربوہ میں کیشیئر ہیں اور غیر شادی شدہ ہیں۔ اور چوتھے بیٹے مکرم محمود احمد صاحب گڈز ٹرانسپورٹ کا بزنس کرتے ہیں، ربوہ میں رہتے ہیں اور یہ بھی ابھی تک غیر شادی شدہ ہیں۔ شہید مرحوم مکرم ضیاء اللہ مبشر صاحب سابق مبلغ جاپان کے خالو تھے۔

مکرم سید مولود احمد بخاری شہید ولد سید محمود احمد صاحب کوئٹہ۔ یوم شہادت: ۹/جون ۱۹۷۴ء۔ جون ۱۹۷۴ء سے ہی کوئٹہ میں مولویوں نے مساجد میں جماعت کے خلاف منافرت انگیز اور شر پھیلانے والی تقاریر کا سلسلہ شروع کر دیا تھا جبکہ سید مولود احمد شہید اپنے والدین کے ساتھ کوئٹہ کے نواحی گاؤں میں رہائش پذیر تھے۔ صبح کے وقت سکول میں ملازمت کرتے اور شام کے وقت پڑھائی کرتے اور بی۔اے۔ کی تیاری کرتے تھے۔ ۸/جون کو مفتی محمود نے ان کے گھر کے قریب کی مسجد میں اشتعال انگیز تقریر کی۔ چنانچہ ۸/اور ۹/جون کی درمیانی رات ڈیڑھ بجے چند افراد صحن کی دیوار پھلانگ کر اندر آئے۔ اس وقت مولود شہید کی آنکھ کھل گئی۔ اس کی چیخ وپکار کی آواز سے اس کی بہن سیما بھی جاگ اٹھی۔ اس نے چور سمجھا اور شور ڈالا تو صحن میں واقع سٹور میں چھپا ہوا ایک شخص نکلا اور دوسرا ایسٹرین سے نکل بھاگا اور تیسرا جو صحن میں تھا باہر کا دروازہ کھول کر بھاگ گیا۔ اتنے میں باقی افراد خانہ بھی جاگ اٹھے۔ شہید اور اس کے بھائیوں نے سمجھا کہ یہ چور ہیں، ان کو پکڑنا چاہئے۔ لہٰذا وہ باہر سڑک پر آگئے۔ شر پسند جن کی تعداد سات بتائی جاتی ہے وہ ساتھ والی تنگ اور چھوٹی سی گلی سے نکلے۔ ایک نے مولود احمد کو بغلوں میں ہاتھ ڈال کر کمر کی طرف سے پکڑ لیا۔ اور باقی لوگوں نے خنجروں سے اس پر وار کر کے شدید زخمی کر دیا۔ شہید کے بڑے بھائی ڈاکٹر سید مقصود احمد صاحب اور سب سے چھوٹے بھائی سید مظفر احمد صاحب جو اُس وقت گیارہ بارہ سال کے تھے، وہاں پہنچے۔ دشمنوں نے اندھیرے میں ڈاکٹر مقصود احمد صاحب اور سیّد مظفر احمد شاہ پر بھی خنجروں سے وار کئے اور وہ دونوں بھی زخمی ہو گئے۔ اتنے میں ان کے والد اور ان کی بہن بھی موقع پر پہنچے۔ اس وقت مولود شہید زخموں کی تاب نہ لا کر گر رہا تھا۔ ان دونوں نے اسے سنبھال لیا اور تینوں زخمیوں کو اٹھا کر گھر لے گئے۔

شہید کو اکیس زخم آئے جو دل اور بغل میں تھے۔ گھاؤ بہت گہرے اور دہان زخم کھلے تھے اور نیچے دل نظر آرہا تھا۔ باقی دونوں زخمیوں کو ہسپتال لے جایا گیا۔ پھر آپریشن ہوا۔ ڈاکٹر مقصود کو دو بوتل اور سید مظفر احمد کو چودہ بوتلیں خون دیا گیا۔ مولود کی شہادت کے وقت عمر اٹھارہ سال تھی۔ مولود شہید کو پولیس کی ہدایت پر مسجد احمدیہ کوئٹہ میں دفن کیا گیا۔ سید مولود احمد صاحب غیر شادی شدہ تھے۔ آپ کے بڑے بھائی سید مقصود احمد صاحب اِس وقت بہت سے اہم جماعتی عہدوں پر فائز ہیں۔ چھوٹے بھائی سید مشہود احمد صاحب آجکل جاپان میں ہیں اور مختلف عہدوں پر خدمات سر انجام دے رہے ہیں۔ سب سے چھوٹے بھائی سید مظفر احمد صاحب بھی مختلف جماعتی خدمات بجا لاتے رہے ہیں۔ بڑی بہن امۃ الرشید انجم صاحبہ اور چھوٹی بہن مکرمہ امۃ الکریم سیما صاحبہ سمن آباد لاہور میں رہتی ہیں۔

آپ پر حملہ کرنے والوں کی تعداد سات تھی۔ کچھ عرصہ بعد ان حملہ آوروں میں سے دو کا دوپہر کے وقت کسی بات پر ایک ہوٹل میں جھگڑا ہوا۔ وہ لڑتے ہوئے باہر سڑک پر نکل آئے اور خنجروں سے ایک دوسرے پر وار کئے اور سڑک پر گر گئے۔ پولیس نے آکر جب ان کو اٹھایا تو ایک کی گردن کا کچھ حصہ جسم سے جڑا ہوا تھا اور باقی سر لٹک رہا تھا۔ دوسرا ہسپتال لے جاتے ہوئے مر گیا۔ سڑک پر موجود لوگ یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ ایک شخص مولود شہید پر حملہ کے دوران اندھیرے کے باعث اپنے ساتھیوں ہی کے خنجروں سے زخمی ہوا اسے خفیہ طور پر علاج کے لئے کوئٹہ سے باہر لے جایا گیا لیکن علاج کی مناسب سہولت نہ ہونے کی وجہ سے اس کے زخم خراب ہو گئے اور وہ اسی حالت میں مر گیا۔

(تلخیص از مراسلہ امۃالکریم سیما صاحبہ ہمشیرہ شہید مرحوم)

شہادت مکرم محمد فخرالدین بھٹی صاحب۔ تاریخ شہادت ۱۱/جون ۱۹۷۴ء۔ مکرم محمد فخر الدین بھٹی صاحب ۱۹۱۸ء میں گجرات کے ایک قصبہ جلالپور جٹاں میں پیدا ہوئے۔ ابھی چار پانچ سال کے تھے کہ والدہ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ آپ نے میٹرک کا امتحان دیا تو والد بھی فوت ہو گئے۔ آپ نے پہلے فوج میں اور پھر پولیس کے محکمہ میں ملازمت کی، بعد میں تجارت بھی کرتے رہے۔ آخر ضلع ہزارہ کے ایک قصبہ میں ملازمت شروع کر دی اور باقی زندگی ایبٹ آباد میں ہی گزاری۔ جب ۱۹۷۴ء میں احمدیوں کے خلاف ہنگامے شروع ہوئے تو آپ نے نہ صرف اپنے گھر والوں کو بلکہ دوسرے احمدیوں کو بھی بہت حوصلہ دیا۔

۱۱/جون ۱۹۷۴ء کو حالات بہت خراب تھے۔ آپ دفتر گئے تو کچھ دوستوں کے مجبور کرنے پر واپس گھر چلے گئے۔ اُس روز شہر میں اشتعال بہت زیادہ پھیل گیا تھا اور جلسے جلوس ہو رہے تھے۔ آپ کے ایک بیٹے کے دوست جو فوج میں تھے، انہوں نے ایک ٹرک بھیجا کہ اپنا قیمتی سامان لے کر اُن کے ہاں آجائیں لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ بیوی نے چلنے پر اصرار کیا تو کہنے لگے کہ اگر تم گھبرا گئی ہو تو بچوں کو لے کر جہاں جانا چاہو چلی جاؤ، میں تو کہیں نہیں جاؤں گا۔ پھر آپ نے حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید کابل کے واقعات بیان کئے کہ انہوں نے پتھروں کی بارش میں بھی مسکراتے ہوئے جان دیدی اور دشمن کے سامنے سر نہ جھکایا۔

آپ کی بیٹی مکرمہ روبینہ خلیل صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ شام ساڑے چار بجے ایک بہت بڑا جلوس گھر پر حملہ آور ہوا اور گیٹ توڑ کر اندر آگیا پھر اندرونی دروازہ توڑنے کی کوشش شروع کی تو شہید مرحوم اپنے بیوی بچوں کے ساتھ دروازے کو اندر سے سہارا دیئے کھڑے رہے۔ جب آدھا دروازہ ٹوٹ گیا تو آپ نے مجبوراً ہوائی فائرنگ کی جس سے جلوس بھاگا اور باہر نکل کر چاروں طرف سے گھر پر شدید پتھراؤ شروع کر دیا۔ جب کھڑکیوں اور روشندانوں کے شیشے ٹوٹ گئے تو اہل خانہ نے صحن کے درخت کے ذریعے ہمسایوں کے گھر میں چھلانگ لگا دی۔ اس پر جلوس نے بہت شور مچایا اور ایک لڑکا حملہ کرنے کے لئے چھت پر چڑھا لیکن اس سے پہلے کہ وہ کچھ کر سکتا، شہید مرحوم نے اُسے گولی مار دی اور اُس کی لاش جلوس کی طرف پھینک دی۔ اس کے بعد کسی اور کو چھت پر چڑھنے کی جرأت نہ ہوئی لیکن اب ہمسایہ کے گھر پر بھی پتھراؤ شروع ہو گیا اور شہید مرحوم اکیلے اپنے گھر کے صحن میں کھڑے رہ گئے۔

بیوی بچے ہمسایوں کے ایک غسلخانے میں بند ہو گئے۔ کچھ دیر بعد ہمسایہ نے اپنے گھر کی عورتوں اور بچوں کو جیپ میں باہر بھجوا دیا اور بعد میں دشمن کو کہہ دیا کہ فخر الدین کے بیوی بچے بھی اُنہی کے ساتھ نکل گئے ہیں۔ مشتعل ہجوم فخر الدین بھٹی صاحب کے گھر پر دوبارہ حملہ آور ہوا تو شہید مرحوم کے پاس گو پستول تو تھا لیکن گولیاں ختم ہو گئی تھیں تب بپھرا ہوا ہجوم آپ پر ٹوٹ پڑا۔ آپ کے گھر کو آگ لگا دی گئی اور آپ کو آگ میں پھینکا گیا لیکن آپ جلدی سے اٹھ کھڑے ہوئے اور دشمن کا مقابلہ کرتے رہے۔ جب بے بس ہو گئے تو ہجوم آپ کو مارتا ہوا میدان میں لے گیا۔ آپ کلمہ شہادت پڑھتے تو دشمن کہتا کہ اب تو موت کے ڈر سے مسلمان ہو رہا ہے لیکن ہم تجھے نہیں چھوڑیں گے۔ آپ جواب دیتے کہ میں موت سے نہیں ڈرتا، تم نے جو کرنا ہے کرو، میں خدا کے فضل سے پکا مسلمان ہوں اور کافر تم ہو۔ کچھ لوگوں نے جب آپ کو بچانے کی کوشش کی تو اُنہیں بھی پتھر مارے گئے۔ اس پر آپ نے ہاتھ کے اشارے سے اُن لوگوں کو پیچھے چلے جانے کو کہا۔ ظالم پتھروں، چاقوؤں اور ڈنڈوں سے آپ پر وار کرتے رہے اور اسی طرح یہ بے خوف مجاہد کلمہ پڑھتے پڑھتے شہید ہو گیا۔ جب آپ پر پتھر برسائے جا رہے تھے تو آپ نے ایک دفعہ بھی اپنے چہرے کو بچانے کے لئے ہاتھوں سے چھپانے کی کوشش نہ کی۔ دشمن حیران تھا کہ اس شخص نے اتنی چوٹیں کھانے کے باوجود بھی "اُف" تک نہ کی۔ بعد میں یہی کہتے پھرتے تھے کہ یہ شخص لاکھوں میں ایک تھا، بہت ایماندار، مخلص اور خوبیوں والا تھا بس ایک ہی کمی تھی کہ یہ مرزائی تھا۔

پھر ظالموں نے پروگرام بنایا کہ آپ کی لاش کو چوک میں لے جا کر پھانسی دیدی جائے۔ تب ایک شدید مخالف شخص نے اس وقت عقل سے کام لیا اور آگے بڑھ کر دشمن کو اس حرکت سے منع کیا۔ اتنے میں پولیس آپ کی لاش ایک چارپائی پر ڈال کر اٹھا لے گئی۔ ان کا ایک وفادار کتا ان کی لاش کے گرد گھومتا رہا اور تین دن بھوکے رہنے کے بعد اُس نے بھی صدمے سے جان دیدی۔

شہید کو راولپنڈی لے جا کر سپرد خاک کر دیا گیا۔ جو کتے کی موت ہے یہ بھی اپنے مالک سے وفاداری ظاہر کرتی ہے لیکن انسان بد نصیب کو خدا کا وفادار ہونا نصیب نہیں۔

مکرم محمد زمان خان صاحب اور **مکرم مبارک احمد خان صاحب پوڑی۔ بالاکوٹ** تاریخ شہادت ۱۱/جون ۱۹۷۴ء۔ مکرم سید بشیر احمد صاحب آف پھگلہ کے بیان کے مطابق مکرم محمد زمان خان صاحب اور ان کے بیٹے مبارک احمد خان صاحب کو دشمنانِ احمدیت نے ۱۱/جون ۱۹۷۴ء کو گولیوں کا نشانہ بنا کر شہید کر دیا تھا۔ ان کی نعشوں کی بے حرمتی کی گئی۔ ان کے گھر بار جلا دیئے گئے اور ایک نعش کو بھی پٹرول چھڑک کر جلا دیا گیا۔

مکرم محمد زمان خان صاحب کے تین بیٹے منیر احمد خان صاحب، منور احمد خان صاحب اور محمود احمد خان صاحب ایم۔اے بقید حیات ہیں۔ مکرم محمود احمد صاحب ملازمت کرتے ہیں اور منیر احمد صاحب اور منور احمد صاحب کامیابی کے ساتھ ٹھیکیداری کرتے ہیں۔ چند ہفتے قبل مکرم بشیر احمد شاہ صاحب آف پھگلہ اور مکرم ناظر صاحب اصلاح وارشاد مرکزیہ ان کو مل کر آئے ہیں۔ مکرم محمد زمان خان صاحب کی اہلیہ ابھی زندہ ہیں اور ماشاءاللہ بڑی صابرہ شاکرہ اور باہمت خاتون ہیں۔

سیٹھی مقبول احمد صاحب۔ جہلم۔ تاریخ شہادت ۲/جولائی ۱۹۷۴ء۔ آپ ۱۹۴۲ء میں سیٹھی محمد اسحاق صاحب کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد صاحب انتہائی مخلص، نڈر اور بہت جوشیلے احمدی تھے اور وفات تک زعیم انصار اللہ جہلم تھے۔ آپ کے دادا میاں محمد ابراہیم صاحبؓ ابتدائی صحابہ

میں سے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انجامِ آتھم میں شائع شدہ ۳۱۳ صحابہ کی فہرست میں آپ کا نام ۲۰۵ نمبر پر تحریر فرمایا ہے۔ آپ کی دادی جان بھی صحابیہ تھیں۔ اسی طرح آپ کے نانا مکرم شیخ فرمان علی صاحب بھی صحابی تھے۔ یعنی آپ ہر لحاظ سے نجیب الطرفین تھے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم جہلم میں حاصل کی، پھر بی۔اے تک تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے طالبعلم رہے۔ پھر جہلم میں مقبول شُو سٹور کے نام سے ذاتی کاروبار شروع کیا۔ آپ کی شادی ۱۹۷۴ء میں مردان کے ایک احمدی خاندان میں مشتاق احمد صاحب کی ہمشیرہ سے ہوئی۔

واقعہ شہادت: ۲۹ر مئی ۱۹۷۴ء کے ربوہ ریلوے سٹیشن کے واقعہ کے بعد جہلم شہر میں بھی شرانگیزی کا سلسلہ شروع ہو گیا اور مولوی ہر روز لاؤڈ سپیکروں پر جماعت اور بانی جماعت کے خلاف زہر اگلنے لگے۔ چنانچہ ۱۹۷۴ء کے پُر آشوب حالات میں جہلم شہر میں ایک اوباش نوجوان قتل ہوا تو مولویوں نے قتل کا الزام احباب جماعت پر لگا کر جماعت کے خلاف مزید اشتعال انگیزی شروع کر دی۔ مساجد کے سپیکروں اور بازاروں میں قتل و غارت اور لُوٹ مار کے بار بار اعلانات کئے گئے۔ ایک احمدی سیٹھی عطاء الحق صاحب ایڈووکیٹ کو بھی قتل کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا۔ اس اشتعال انگیزی کے نتیجہ میں احمدی احباب کے چار گھرانوں اور اڑتالیس کاروباری مراکز کو لوٹا گیا اور بعد میں آگ لگا دی گئی۔ جب چار دکانوں کو آگ لگائی گئی تو مخالفین کی ملحقہ کچھ دکانیں بھی آگ کی لپیٹ میں آ گئیں، جس پر وقت کے ایس۔پی چودھری محمد رمضان نے اعلان کیا کہ اب آگ نہ لگائیں اس طرح مسلمانوں کی دکانوں کو بھی نقصان پہنچتا ہے، صرف سامان لُوٹیں۔ ایک دکان کا تالا ایس۔پی نے خود اپنے پستول سے فائر کر کے توڑا اور دکان لوٹی۔ اسی دوران اسلحہ بردار جلوس پولیس کی نگرانی میں سیٹھی مقبول احمد صاحب کے گھر حملہ آور ہوا اور اندھا دھند فائرنگ کر کے سیٹھی مقبول احمد صاحب کے دو بھائی اور بھاوجہ کو شدید زخمی کر دیا۔ ان کے بھائی سیٹھی محبوب احمد صاحب کی ایک آنکھ ہمیشہ کے لئے ضائع ہو گئی۔

جلوس دروازہ توڑ کر گھر کے اندر داخل ہو گیا اور سیٹھی مقبول احمد صاحب جلوس کی فائرنگ کی زد میں آ کر موقعہ پر ہی شہید ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ورثاء: شہید مرحوم شہادت کے وقت بیوہ اور ایک بیٹا ممتاز احمد سیٹھی جس کی عمر دو سال تھی چھوڑ گئے۔ اور شہادت کے دو ماہ بعد دوسرا بیٹا مقبول ثانی پیدا ہوا جو کہ آجکل رشیا میں میڈیکل فائنل ایئر میں پڑھ رہا ہے۔ بڑا بیٹا ممتاز احمد سیٹھی آسٹریلیا میں یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کر رہا ہے۔ ان کے بھائی محبوب احمد سیٹھی صاحب نے ان کی شہادت کے بعد ان کی بیوہ سے شادی کر لی اور بچوں کو اپنی کفالت میں لے لیا۔

مجلس تحفظِ ختم نبوت کا سیکرٹری نشر و اشاعت مولوی حافظ محمد اکرم جو کہ جہلم شہر میں اشتعال انگیزی میں پیش پیش تھا اسے ذیابیطس کی بیماری لگی، جسم گلنا سڑنا شروع ہو گیا۔ بیوی بچوں نے چھوڑ دیا، کوئی تیمارداری کرنے والا نہ تھا۔ اسلام آباد میں ایک مکان میں اس کی وفات ہوئی جس کا تین چار دن بعد علم ہوا۔ جسم سے شدید بدبو آ رہی تھی۔ لاش کسی نے جہلم پہنچائی تو اس کے بیوی بچوں اور سسر نے لاش قبول نہ کی اور کہا کہ اس قسم کے سیاہ کار شخص کے ساتھ ہمارا کوئی تعلق نہیں۔ گھر سے ایک فرلانگ کے فاصلہ پر مولویوں نے جنازہ پڑھا کر لاش اس کے آبائی گاؤں سمندری ضلع فیصل آباد بھجوا دی۔

اس کے علاوہ مجلس تحفظِ ختم نبوت کے صدر مولوی عبدالغفور کے جسم پر بھی ذیابیطس کے پھوڑے نکلے اور جسم میں کیڑے پڑ گئے اور بعد ازاں وہ اسی بیماری کے ساتھ مرا۔

مجلس تحفظِ ختم نبوت کا جنرل سیکرٹری ناصر فدا ۲۳ر مارچ ۱۹۷۴ء کو یوم مسیح موعودؑ کے جلسہ کے موقعہ پر اپنے ساتھیوں کے ساتھ مسجد احمدیہ جہلم پر حملہ آور ہوا۔ اُس نے حقارت سے ٹھوکر مار کر مسجد کے بیرونی دروازہ کو کھولا جس سے اسی وقت اس کے پاؤں کے ناخن میں تکلیف ہوئی جو کینسر میں تبدیل ہو گئی جس کی وجہ سے تین دفعہ اس کی ٹانگ کاٹنی پڑی۔ آخر اسی بیماری کے عذاب سہتا ہوا مر گیا۔

پروفیسر عبّاس بن عبدالقادر صاحب۔ تاریخ شہادت ۲ر ستمبر ۱۹۷۴ء۔ آپ بھاگلپور کے رہنے والے تھے۔ 1947ء میں تقسیم ملک کے بعد لاہور میں سکونت اختیار کی پھر حیدر آباد سندھ چلے گئے اور وہیں رہائش اختیار کر لی۔ آپ کے والد ماجد پروفیسر سید عبدالقادر صاحبؓ صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں سے تھے جو حضرت سیّدہ سارہ بیگم صاحبہ حرم حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بڑے بھائی تھے۔ عبّاس شہید بوقت شہادت گورنمنٹ کالج حیدر آباد میں پروفیسر تھے۔ اس سے پہلے آپ تعلیم الاسلام کالج میں بھی پروفیسر رہے۔ آپ کا حلقہ احباب بہت وسیع تھا۔ سب کو جماعت سے متعارف کروانا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ آپ کی شہادت کی ظاہری وجہ بھی کثرت سے تبلیغ کرنا ہی بنی۔ ساری عمر بے داغ بسر کی اور اعلیٰ اخلاق کے حامل رہے۔

واقعہ شہادت: ۲ر ستمبر ۱۹۷۴ء بروز ہفتہ رات دس بجے آپ کسی دوست کے گھر سے واپس آ رہے تھے کہ ایک شخص نے آپ پر پستول سے فائر کر کے آپ کو شہید کر ڈالا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس سے قبل جمعہ کا دن تھا۔ اس دن آپ نے اپنے چندے کی مکمل ادائیگی کی۔ یہی بات میں نے ابھی سمجھائی ہے جماعت کو کہ اللہ بہتر جانتا ہے کہ موت کب ہونی ہے۔ ان کو تو معلوم ہوتا ہے یہ تصرف الٰہی کے تابع سمجھایا گیا تھا کہ آج اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو جاؤں، چندہ تو ادا ہو جائے۔ چنانچہ اگلے روز ہی مولیٰ کریم کا بلاوا آ گیا۔

ورثاء: آپ کی اہلیہ حُمدیٰ بیگم خدا کے فضل سے زندہ ہیں اور اپنے دو بیٹوں حماد اور عمار کے ساتھ آجکل امریکہ میں مقیم ہیں۔ ان کے علاوہ آپ نے چار بیٹیاں بھی چھوڑیں۔ بڑی بیٹی مریم ڈاکٹر عقیل بن عبدالقادر صاحب شہید کے بیٹے مسلم کی بیوی ہیں اور ناروے میں مقیم ہیں۔ دوسری بیٹی بُسَینیٰ امریکہ میں سردار رفیق احمد صاحب انجینئر کی اہلیہ ہیں۔ تیسری بیٹی بشریٰ عباس ہیں جو مکرم نصیر احمد سلیمان صاحب کے ساتھ بیاہی ہوئی ہیں اور ٹورانٹو (کینیڈا) میں مقیم ہیں۔ چوتھی عامرہ عباس صاحبہ اپنے بھائی عمار کے ساتھ جڑواں پیدا ہوئیں۔ عامرہ کی شادی امریکہ میں مقیم ڈاکٹر فیروز پڈر صاحب سے ہوئی ہے جو ناصر آباد مقبوضہ کشمیر کے باشندے ہیں۔ ان کے جڑواں بھائی عمار کی شادی عنقریب ہونے والی ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔

ماسٹر ضیاء الدین ارشد صاحب۔ یوم شہادت ۲۹ر ستمبر ۱۹۷۴ء۔ آپ ۲۰ر اکتوبر ۱۹۱۰ء کو مُدھ رانجھا میں پیدا ہوئے۔ 15 سال تک محلّہ دارالبرکات کے صدر رہے۔ مئی ۷۴ء میں ہنگامے شروع ہوئے تو ربوہ کے بہت سے بے گناہ شہریوں کو پولیس نے دھوکہ سے پکڑ کر سرگودھا جیل میں ڈال دیا، جہاں انہیں مختلف اذیتیں پہنچائی جاتی رہیں۔ ان اسیران میں ماسٹر صاحب کا بیٹا اور بھانجا بھی شامل تھے۔ ایک روز آپ ان سے ملاقات کیلئے ایک وفد کے ساتھ سرگودھا گئے۔ جب واپس آنے کیلئے سرگودھا ریلوے سٹیشن پر پہنچے تو وہاں چند نقاب پوشوں نے احمدیوں پر فائرنگ کر دی جس کے نتیجے میں ۹۔ افراد شدید زخمی ہو گئے۔ ماسٹر صاحب بھی ان زخمیوں میں شامل تھے۔ آپکے سر پر گولی لگی۔

فائرنگ کے بعد جب نقاب پوش فرار ہو گئے تو احمدیوں نے اپنے زخمی ساتھیوں کو اٹھا کر گاڑی میں ڈالنا شروع کیا لیکن پولیس نے کہا کہ جب تک رپورٹ درج نہیں ہو جاتی، زخمیوں کو کہیں نہیں لے جایا جا سکتا۔ چنانچہ زخمیوں کو گاڑی سے نیچے اتارا گیا اور رپورٹ درج کروائی گئی۔ جو زیادہ زخمی تھے انہیں سرگودھا ہسپتال میں داخل کروا دیا گیا۔ ماسٹر صاحب بھی تین ہفتے سرگودھا ہسپتال میں رہے پھر آپ کو جنرل ہسپتال لاہور منتقل کیا گیا مگر ڈاکٹر ان کے سر سے گولی نکالنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ کچھ عرصہ بعد انہیں فضل عمر ہسپتال ربوہ منتقل کیا گیا جہاں آپ ۲۹ر ستمبر ۱۹۷۴ء کو وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ نے پسماندگان میں پانچ بیٹیاں اور چھ بیٹے چھوڑے جو پاکستان کے علاوہ کینیڈا، سویڈن وغیرہ میں آباد ہیں۔

عبدالحمید صاحب ۔ کنری۔ تاریخ شہادت ۳ر اکتوبر ۱۹۷۴ء۔ ۳ر اکتوبر ۱۹۷۴ء کو جماعت اسلامی کی تحریک پر مکرم ڈاکٹر رشید احمد صاحب کے بارہ میں ایک سوچی سمجھی سکیم تیار کر کے یہ مشہور کر دیا گیا کہ انہوں نے قرآن کریم جلا دیا ہے۔ ۳ر اکتوبر کو جماعت کے خلاف نکالا جانے والا جلوس جو طالبعلموں، شہر کے اوباشوں اور غنڈوں پر مشتمل تھا اور ان کی پشت پناہی جماعت اسلامی اور پولیس کر رہی تھی۔ ڈاکٹر رشید صاحب کے کلینک پر حملہ آور ہوا اور اُسے مکمل تباہ کیا، پھر ان کے مویشیوں کے باڑے کو آگ لگا دی۔ محترم عبدالحمید صاحب مویشیوں کو بچانے کے لئے اور انہیں کھولنے کے لئے آگے بڑھے تو ہجوم میں سے کسی نے اُن پر گولی چلا دی اور وہ وہیں شہید ہو گئے۔ اناللہ و انا الیہ راجعون۔ شہید مرحوم غیر شادی شدہ تھے۔ پسماندگان میں والدین اور بہن بھائی تھے۔ آپ کے والد مکرم سردار احمد صاحب ۱۹۸۷ء میں وفات پا گئے۔

بشارت احمد صاحب ۔ تہال ضلع گجرات۔ تاریخ شہادت ۷ر اکتوبر ۱۹۷۴ء۔ بشارت احمد صاحب ولد غلام حسین صاحب یکم نومبر ۱۹۴۸ء کو موضع تہال ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ مرحوم پیدائشی احمدی تھے۔ مرحوم کے چار بھائی تھے اور ایک بہن تھی۔ آپ اپنے بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ آپ نے تہال سے پرائمری پاس کی اور ساتھ ہی قرآن کریم ناظرہ بھی پڑھ لیا۔ بعد ازاں ۱۹۶۶ء میں میٹرک کے بعد آپ فوج میں بھرتی ہوئے۔

۱۹۷۴ء میں جماعت احمدیہ کے خلاف ملک گیر تحریک کے دوران تہال بھی لپیٹ میں آ گیا اور گرد و نواح کے چھ گاؤں تہال پر حملہ آور ہوئے، احمدیوں کے گھر جلائے گئے، اس سے پہلے سامان لوٹا گیا، مال مویشی چھینے گئے اور عام لوٹ کھسوٹ کی گئی۔ ان سنگین حالات کو دیکھ کر ایس۔پی چیمہ صاحب نے نہایت دلیری سے ان شرپسندوں کو روکا بلکہ اس ہنگامہ میں بلوائیوں میں سے دو مارے بھی گئے۔ مخالفت وقتی طور پر تو کچھ سرد پڑ گئی مگر چنگاریاں اندر ہی اندر سلگتی رہیں۔

رمضان المبارک کے مہینہ میں تقریباً چار بجے تنویر احمد اور بشیر احمد جو شہید مرحوم کے بھتیجے تھے، روتے ہوئے گھر داخل ہوئے۔ ان بچوں نے آ کر بتایا کہ چند غیر احمدی لڑکے راستہ میں تھے انہوں نے ہمیں مرزائی مرزائی کہنا شروع کر دیا اور ساتھ ہی پتھراؤ بھی کیا اور ہم مشکل سے جان بچا کر نکلے ہیں۔ مکرم بشارت احمد صاحب سے برداشت نہ ہو سکا۔ اٹھے کہ میں ان کے گھر والوں کو کہتا ہوں کہ یہ کیا شرافت ہے کہ ہمارے بچوں کو بھی گلی میں سے نہیں گزرنے دیتے، اپنے بچوں کو سمجھاؤ۔ سب نے روکا کہ آپ نہ جائیں، حالات خراب ہیں مگر آپ نہ مانے اور کہا کہ میں ان کو محض کہنے جا رہا ہوں کونسی لڑائی کرنی ہے، کچھ نہیں ہوتا اور اتنا

دب کر ہم کیوں رہیں، جو رات قبر میں آنی ہے وہ باہر نہیں آسکتی۔ چنانچہ آپ ان بچوں کے گھر گئے اور ان کے والدین کو سمجھانے لگے کہ دیکھیں یہ طریق درست نہیں ہے۔ ان بچوں کی والدہ بولی تو کافر ہے ہمارے گھر سے نکل جا۔ تو نے ہمارا صحن ناپاک کر دیا ہے۔ آپ باہر نکلے ہی تھے کہ منصوبہ کے مطابق وہ لوگ جو چھپ کر مسلح بیٹھے تھے پیچھے سے نکل آئے اور آتے ہی آپ پر اندھادھند لاٹھیوں کے وار کرنے شروع کر دئے۔ ایک لاٹھی آپ کے سر پر لگی جس سے سر کی ہڈی ٹوٹ گئی اور آپ بیہوش ہو کر گر پڑے اور حملہ آور بھاگ گئے۔ آپ کے اقرباء کو جب پتہ چلا تو فوراً موقعہ واردات پر پہنچے۔ آپ میں ابھی زندگی کی رمق موجود تھی چنانچہ آپ کو ہسپتال پہنچایا گیا مگر آپ زخموں کی تاب نہ لاکر اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ورثاء: آپ اپنے پیچھے ایک بیٹی اور بیوہ چھوڑ گئے۔ بیٹی کی اب شادی ہو چکی ہے۔

مکافات عمل: جس خاندان نے مکرم بشارت احمد صاحب کو شہید کیا تھا اُن کا ایک بیٹا ریل سے گر کر مر گیا اور اس کی لاش کے کئی ٹکڑے ہو گئے۔ جس وقت اس کی نعش گاؤں لائی گئی تو اس میں سے سخت بدبو آتی تھی۔ اس کی بقیہ نرینہ اولاد بھی منشیات کے دھندے میں ملوّث ہو گئی اور سارا خاندان برباد ہو گیا یعنی وہ عورت جس نے شرارت کی تھی اس کی اولاد کا یہ حال ہوا۔

چودھری عبدالرحیم صاحب شہید اور چودھری محمد صدیق صاحب شہید

صاحب شہید تاریخ شہادت ۲۶ ستمبر ۱۹۷۶ء۔ چودھری عبدالرحیم صاحب ۱۹۱۰ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد صاحب کا نام چودھری شاہ نواز صاحب اور والدہ کا نام حاکم بی بی صاحبہ تھا۔ شہید مرحوم پیدائشی احمدی تھے۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر قریباً ساٹھ سال تھی۔ آپ کا گاؤں تلونڈی جھنگلاں قادیان سے چار میل کے فاصلہ پر تھا۔ ۱۹۴۷ء میں ہجرت کر کے اپنے خاندان سمیت کھر ولیاں تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ میں رہائش اختیار کر لی۔ چار سال کے بعد فیصل آباد میں سسرال کے ہاں چند سال گزارے۔ پھر ۱۹۶۱ء میں موسیٰ والا چلے آئے کیونکہ آپ کی زمین کی الاٹمنٹ موسیٰ والا میں ہوئی تھی۔

واقعہ شہادت: مسجد احمدیہ جو کہ ۱۹۴۷ء سے پہلے کی بنی ہوئی تھی اس میں احمدی اور غیر احمدی دونوں نماز پڑھتے تھے۔ بعد میں ایک اور مسجد تیار کی گئی جو کہ غیر احمدیوں نے گاؤں میں ہی واقع اپنی زمین پر تعمیر کروائی۔ فریقین نے اس میں حصہ ڈالا اور احمدی اور غیر احمدی دونوں اپنی اپنی نماز علیحدہ پڑھنے لگے۔ گاؤں کے چند شرپسندوں اور ڈسکہ شہر سے مولویوں نے آکر شرارتیں شروع کر دیں۔ اندر ہی اندر انہوں نے شرارت کا منصوبہ بنایا۔ مسجد کے ارد گرد آباد مقامی لوگ ایک برادری کے تھے اور آپس میں باہم رشتہ دار تھے جس کی وجہ سے ان کا یہ منصوبہ ظاہر نہ ہو سکا۔ اس طرح ۳۰ رمضان کی رات آئی اور فیصلہ کے مطابق کہ نماز اسی عیدگاہ میں پڑھنی ہے جہاں پر غیر احمدی بھی پڑھتے تھے۔ صبح کی نماز کے بعد چودھری عبدالرحیم صاحب نے اپنے دو بیٹوں کو کہا کہ صفیں وغیرہ عیدگاہ لے جائیں اور ساتھ ہی خود بھی تیار ہو گئے۔ شرپسندوں نے منصوبہ کے مطابق ان لڑکوں پر حملہ کر دیا۔ چودھری عبدالرحیم صاحب اور ان کے بھائی محمد صدیق صاحب جب عیدگاہ میں داخل ہوئے تو چند افراد نے ان دونوں پر بھی کلہاڑیوں اور ڈنڈوں کے ذریعہ اچانک حملہ کر دیا جبکہ یہ دونوں خالی ہاتھ تھے۔ چودھری عبدالرحیم صاحب زخموں کی تاب نہ لاکر ایک گھنٹہ کے بعد اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اور چند گھنٹے بعد چودھری محمد صدیق صاحب نے بھی دم توڑ دیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون.

چودھری عبدالرحیم صاحب جماعت احمدیہ موسیٰ والا میں پہلے شہادت پانے والے خوش نصیب ہیں۔ آپ کی بیوہ امانت بی بی صاحبہ موسیٰ والا میں بقید حیات ہیں۔ ان کے علاوہ آپ نے پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں چھوڑی ہیں۔ مکرم عبدالستار صاحب زمیندارہ کرتے ہیں۔ مکرم فرزند علی صاحب آرمی ریٹائرڈ ہیں اور موسیٰ والا میں مقیم ہیں۔ مکرم اصغر علی صاحب بھی آرمی ریٹائرڈ ہیں اور طاہر آباد ربوہ میں رہائش پذیر ہیں۔ مکرم محمد یعقوب صاحب ایئر فورس سے ریٹائرڈ ہیں اور اس وقت لاہور میں مقیم ہیں۔ مکرم ارشد علی صاحب جرمنی میں مقیم ہیں۔ بیٹیوں میں سے ایک رضیہ صاحبہ لیہ میں اور دوسری صفیہ صاحبہ فیصل آباد میں بیاہی گئی ہیں۔

چودھری محمد صدیق صاحب کے پسماندگان میں آپ کی بیوہ عائشہ بی بی صاحبہ زندہ ہیں اور موصیہ ہیں۔ اولاد تین بیٹوں اور تین بیٹیوں پر مشتمل ہے۔ تینوں بیٹے اکبر علی صاحب، ناصر احمد صاحب اور محمود احمد صاحب بھرو کے خورد ضلع سیالکوٹ میں زمیندارہ کرتے ہیں۔ بیٹیوں میں محترمہ شریفاں بی بی صاحبہ ہارون آباد ضلع بہاولنگر میں اور سکینہ بی بی صاحبہ اور عزیزہ بی بی صاحبہ دونوں موسیٰ والا میں بیاہی ہوئی ہیں۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے تمام بچے صاحبِ اولاد اور خوشحال ہیں۔

رشیدہ بیگم صاحبہ۔ تاریخ شہادت ۹ اگست ۱۹۷۸ء۔ قاری عاشق حسین صاحب کے تحریر کردہ حالات کے مطابق ان کی بیگم رشیدہ بیگم صاحبہ سانگلہ ہل شہر کی رہنے والی تھیں۔ ان کے والدین چادر چک نزد مریم آباد ضلع شیخوپورہ کے رہنے والے تھے، زمیندارہ پیشہ کرتے تھے۔ اچھا کھاتا پیتا گھرانہ تھا۔ آپ دنیاوی تعلیم تو حاصل نہ کر سکیں البتہ قرآن کریم ناظرہ اچھی طرح پڑھا ہوا تھا اور بہت سارے بچوں اور بچیوں کو بھی پڑھایا کرتی تھیں۔

قبول احمدیت: ۱۹۷۶ء میں جب قاری صاحب نے خدا تعالیٰ کی بشارات کے مطابق سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہونے کی توفیق پائی تو رشیدہ بیگم صاحبہ کو بتایا کہ میں تو خدا تعالیٰ کی بشارات کے تحت احمدی ہو گیا ہوں، اگر آپ بھی احمدیت کو قبول کر لیں تو بہت اچھا ہو، ورنہ مذہب میں جبر نہیں ہے۔ اس بات پر وہ خاموش ہو گئیں۔ کچھ دیر کے بعد کہنے لگیں کہ ابھی نہیں پھر بتاؤں گی۔ اسی حالت میں کچھ عرصہ گزر گیا۔

ایک دن ان کے والد اور چچا اور کچھ اَور لوگ گاؤں سے آئے اور رشیدہ بیگم صاحبہ سے گفتگو کرتے رہے اور اس بات پر زور دیتے رہے کہ حافظ تو کافر ہو گیا ہے آپ ہمارے ساتھ بچے لے کر چلیں۔ اس پر رشیدہ بیگم نے کہا کہ اگر حافظ صاحب کافر ہو گئے ہیں تو میں بھی ان کے ساتھ کافر ہی ہوں۔ اگر یہ دوزخ میں جائیں گے تو میں بھی دوزخ میں جاؤں گی۔ چنانچہ وہ مایوس واپس لوٹ گئے۔ ۱۹۷۶ء کے جلسہ سالانہ پر ربوہ آئیں۔ جب مستورات میں غیر معمولی اخوت اور پیار محبت کا نمونہ دیکھا تو کہنے لگیں یہ خدائی تصرف ہے ورنہ عورتوں میں اس قسم کی تربیت ہر گز نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ اسی سال گھر جا کر باقاعدہ بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہو گئیں اور آخر دم تک نہایت اخلاص اور وفاداری سے اس عہدِ بیعت کو نبھایا اور اس راہ میں ہر دکھ اور قربانی کو خندہ پیشانی سے قبول کیا۔ ہر روز گھر میں کئی غیر از جماعت وفود کی صورت میں آتے اور بحث مباحثہ کرتے اور روحانی اذیّت پہنچاتے مگر باوجود ان کے سخت رویہ کے مرحومہ ان کی بڑے اخلاص اور محبت سے خدمت کرتی تھیں۔ مرحومہ خدا کے فضل سے پہلے بھی نماز، روزہ اور تہجد کی پابند تھیں لیکن قبول احمدیت نے تو اس صفت کو چار چاند لگا دیئے اور وہ پنجگانہ نمازوں اور نماز تہجد کے علاوہ اَور نوافل بھی بڑے اہتمام سے ادا کرنے لگیں۔ بہت سی سچی خوابیں دیکھنے لگیں۔ غریبوں کی بہت مدد کرنے والی اور افرادِ جماعت کا بہت احترام اور عزت کرنے والی خاتون تھیں۔ جماعتی پروگراموں اور تنظیموں کے ساتھ بہت تعاون اور دلچسپی کا مظاہرہ کرتی تھیں۔ چندہ جات باقاعدگی سے ادا کرتیں اور اپنی خداداد صلاحیتوں سے عورتوں میں خوب تبلیغ کرتی تھیں۔

۸ اگست ۱۹۷۸ء کو رمضان المبارک کی ۳ تاریخ تھی۔ قاری صاحب نماز تراویح پڑھا کر آئے تو دیکھا کہ بیٹھک میں دو مہمان آئے بیٹھے ہیں۔ وہ پرانے دوست تھے۔ جب ان سے فارغ ہو کر اندر آئے تو بیوی سے پوچھا کیا بات ہے آپ ابھی تک سوئی نہیں۔ کہنے لگیں حافظ جی مجھے آج نیند نہیں آرہی۔ حافظ صاحب نے پوچھا کیا وجہ ہے؟ کہنے لگیں کہ کل رات خدا نے مجھے بتایا ہے کہ جس لڑکے کو تو نے خود پالا ہے وہ تیرا قاتل ہے۔ یہ لڑکا قاری صاحب کا بھتیجا تھا۔ عبداللہ نام تھا اور تقریباً نو ماہ کی عمر سے بیس سال کی عمر تک مرحومہ نے اسے پالا تھا۔ ان کی سچی خوابیں بھی دیکھیں کتنی عظیم الشان ہیں، کیسی صفائی سے پوری ہوئیں ان کو یہ یقین تھا۔ اس کا کوئی والی وارث نہ تھا۔ اب اپنوں اور غیروں نے اسے ورغلا کر اپنی مربیہ ماں کا مخالف بنا دیا تھا۔ کہنے لگیں کہ میرا خیال ہے اب ہمارا یہاں رہنا مناسب نہیں۔ سانگلہ ہل چھوڑ کر ہمیں ربوہ چلے جانا چاہئے۔ مبادا اس لڑکے سے ہمیں کوئی نقصان پہنچ جائے۔ حافظ صاحب نے کہا صدقہ وغیرہ دو، کوئی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ فضل کرے گا۔ وہ تو آپ کا بیٹا ہے ایسا نہیں کرے گا۔ لیکن خدا کی بات بہر حال پوری ہونی تھی۔ علی الصبح مکرم امیر صاحب سانگلہ ہل اور قاری صاحب ایک دو اور دوست لے کر فیصل آباد ایک احمدی دوست کی تعزیت کرنے چلے گئے۔ وہ لڑکا عبداللہ جو ایک سال قبل شیخوپورہ چلا گیا تھا گھر میں داخل ہوا۔ گھر میں داخل ہوتے ہی اس نے پہلے ایک بچی پر جو پرائمری جماعت میں پڑھتی تھی، حملہ کیا۔ لیکن جب وار خالی گیا تو پھر بچوں پر جھپٹا۔ آپ بچوں کو بچانے کے لئے آگے بڑھیں تو انہیں بچاتی بچاتی خود اس کی گرفت میں آگئیں۔ وہ ظالم چھاتی پر بیٹھ گیا اور چاقو کے وار کرتا رہا۔ آپ بے بسی کی حالت میں اسے روکتی رہیں اور کہتی رہیں کہ عبداللہ بتا تو دو کہ ہمیں کس وجہ سے مار رہے ہو۔ کہنے لگا تم کافر ہو گئی ہو اس لئے مارتا ہوں۔ بہر حال جب اس نے سمجھا کہ اب فوت ہو گئی ہیں تو انہیں چھوڑ کر پھر دوسرے بچوں کی طرف لپکا مگر وہ اِدھر اُدھر بھاگ چکے تھے۔ قریب ہی سول ہسپتال تھا۔ مرحومہ کو اور زخمی بچی کو لوگوں نے وہاں پہنچایا۔

اس واقعہ کے تقریباً آدھ گھنٹہ بعد قاری صاحب بھی فیصل آباد سے واپس آگئے۔ چنانچہ امیر صاحب جماعت سانگلہ ہل کے حکم پر زخمیوں کو فوری طور پر فیصل آباد سول ہسپتال میں منتقل کر دیا گیا۔ وہاں ڈاکٹر ولی محمد صاحب نے بڑے ہی اخلاص، محبت اور توجہ سے اپریشن کیا۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔ ڈاکٹر صاحب تین گھنٹے کے بعد آپریشن روم سے باہر آئے اور آتے ہی رو پڑے اور کہا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ رشیدہ بیگم فوت ہو گئی ہیں۔ بچی کی امید ہے کہ انشاء اللہ بچ جائے گی۔

مرحومہ کے تین بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔ ایک بیٹے مکرم حافظ عارف اللہ صاحب نے ایم۔اے عربی کیا ہے اور ربوہ میں ہی کاروبار کر رہے ہیں۔ باقی دونوں بیٹے کینیڈا میں مقیم ہیں۔ تینوں بیٹیوں کی شادی ہو چکی ہے۔

مکرم ملک محمد انور صاحب ابن ملک محمد شفیع صاحب تاریخ شہادت ۲۲ اگست ۱۹۷۸ء۔ مگر اب تو وقت ہو گیا ہے۔ یہ میرا خیال ہے اگر آگے جو میرے زمانے کے شہداء ہیں ان کا ذکر چلنا ہے اس سے پہلے اس کو لے لیں گے۔